مساوات اور سادات

تحریر:- رضوان اللہ رضی۔ فیصل آباد

سرزمین عرب پر جب محمدؐ کی بعثت ہوئی تو اس ارض خاکی میں جہاں عقائد اور اعمال کی فاسد اشکال ظہور پذیر ہو چکی تھیں۔ وہیں طبقاتی تقسیم بھی اپنی انتہاؤں سمیت جلوہ آرا تھی۔ نسلی تفاخر اور عصبیت سرطان کہنہ کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ حسب و نسب کے سلسلے میں جاہ و جلال اور بزرگی کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ کسی ذات کا مخصوص سلسلہ و نسل سے تعلق اور نسبت ہی بڑائی کا باعث گروانا جاتا تھا۔ مذہبی اجارہ داری بھی سابقہ انبیاءؑ کی اولادوں سے مخصوص ہو گئی تھی۔ کسی کو بنو اسماعیلؑ کہلوانے پر فخر تھا تو کوئی فقط اسرائیل (عبداللہ' مراد یعقوبؑ ہیں) کی نسبت پر نازاں و فرحاں تھا۔ حقوق کی تقسیم کی جاتی تھی تو انہی سلسلوں کی بنیاد پر۔ نصرت و اعانت کے فیصلے ہوتے تھے تو حق و باطل کی کسوٹی کے بجائے نسلی امتیاز پر۔

لا یسألون اخاهم حین یندبهم

فی النائبات علی ما قال برهانا

"وہ لوگ مصائب میں گھرے اپنے بھائی کی جب وہ فریاد و کناں ہو بغیر حق کی دلیل پوچھے مدد کرتے ہیں۔"

اس طبقاتی تقسیم کے پر آشوب دور میں جب اسلام کی عالمگیر مساوات (Equal-ization) کی تحریک اٹھی تو خود ساختہ نسلی تفوق کے ایوانوں میں ایک زلزلہ بپا ہو گیا اسلام اور اس کے پیروں پر تشدد اور مصائب و آلام کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کے پیچھے ایک عامل اس امتیازات کا بھی تھا۔ کفر کے سرداروں کو اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ دین معاشرت کی چھوٹی اور رذیل اقوام کو بھی معززین کے ساتھ لا بٹھاتا ہے اور اس دین میں فیصلے بجائے سلسلہ حسب و نسب کے فقط دینداری پر ہوتے ہیں اب وہ اصلاح معاشرہ کی تحریک جو نسلی تفاوت کے خلاف بغاوت کا اعلان کرے اور قدیم جاہلیت کے پیدا کردہ امتیازات پر نشتر زنی کرے۔ اس بات کی کس طرح متحمل ہو سکتی ہے کہ اس کی دعوت میں ہی موضوع سلسلہ نسل کے حضرات کو محض ان کے نسبتی فرق کی بنیاد پر باقی مسلمانوں پر تفوق حاصل ہو جائے اور وہی طبقاتی تقسیم اسلام کے پیروؤں میں بھی آموجود ہو جس سے عالم کفر آلودہ ہو چکا ہو۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ میرٹ کی شرط لگانے والا دین اپنے اندرونی نظام میں نبیؐ کی اولاد کو خصوصی ترجیح صرف اس بنیاد پر دیتا کہ وہ اس شخص کی اولاد ہیں جسے اللہ اپنے خصوصی انعام (وحی) سے نوازا تھا۔

افسوس اس بات پر کہ وہ تمام خرابیاں جو نسلی امتیاز کی وجہ سے غیر مسلموں میں پیدا ہو چکی تھیں اور جنہیں اسلام ختم کرنے آیا تھا' خود مسلمانوں میں در آئیں۔ سید اور غیر سید کی تقسیم شروع ہوئی۔ آل نبیؐ اور غیر آل نبیؐ میں فرق برتا جانے لگا۔ مساوات کی جگہ زمانہ جاہلیت کے اصول عصبیت نے لے لی۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو شروع اسلام میں ہی جب "وانذر عشیرتک الاقربین" (اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ) کا قرآنی حکم ملا اور آپؐ نے فوراً ہی اپنے دادا کی اولاد کو خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا:

"انقذوا انفسکم من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیأ' سلونی من مالی ماشئتم"

"تم لوگ آگ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کر لو' میں خدا کی پکڑ سے تم کو نہیں بچا سکتا' البتہ میرے مال میں سے تم لوگ جو کچھ چاہو مجھ سے مانگ لو" آپؐ کے تعلقات قرابت کی اہمیت صرف اتنی ہی ٹھہری کہ آپؐ نے انہیں کہا کہ میرا مال چاہو تو لے سکتے ہو مگر قرابت تمہیں اللہ کے ہاں برگزیدہ نہیں کر سکتی۔

بلکہ اس معاملہ میں آپؐ کا فرمان کہ نبیؐ درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتا بلکہ اس کی وراثت علم دین ہوتی ہے۔ کتنا واضح ہے اور اس وراثت کو حاصل کرنے میں کوئی بھی نسل دوسری نسل سے برتری نہیں رکھتی۔

آپؐ کی زندگی پر نگاہ دوڑا لیجئے کہیں بھی ایسا شائبہ تک نہ ملے گا جس کی بنیاد پر یہ اصول وضع کیا جا سکے کہ اسلام اوصاف کی بجائے خاندان دیکھا کرتا ہے۔ بلکہ آپؐ نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کیا کہ یہ بات خدا کے بھیجے نبیؐ کی شان سے بعید ہے کہ وہ اپنے لئے یا اپنے خاندان کے لئے خصوصی مراعات کا خواہشمند ہو۔ ایک دفعہ جب چوری کے معاملہ میں آپؐ نے قبیلہ قریش کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور حضرت اسامہ بن زید نے نرمی کی التجا کی تو آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم! محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ کاٹ دیتا۔

کہاں اسلام کی تعلیمات مساوات اور آپؐ کا عمر بھر کا طرز عمل اور کہاں آج کے دور کے سادات و سید کا طرہ امتیاز، کہاں اسلامی سوسائٹی کی ''انما المومنون اخوۃ'' پر مشتمل صف بندی اور کہاں نبیؐ کی اولاد ہونے کے دعویٰ پر امت مسلمہ کی شیرازہ بندی۔ اقوام سابقہ میں گمراہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے انبیاء کی آل میں ہونے کو ہی کامیابی کی کلید تصور کر لیا۔ بنی اسرائیل ''نحن ابناء اللہ'' کہہ کر اپنے اوپر جہنم کو حرام خیال کرتے تھے اور اسی نسلی تفاخر کی بناء پر اپنے علاوہ دوسری اقوام کو امیّ (Gentiles) کے لقب سے یاد کرتے اور ان پر ہر طرح کی زیادتی اور حق تلفی کو جائز سمجھتے تھے۔ اس لئے کس طرح ہو سکتا تھا کہ آپؐ سابقہ اقوام کی گمراہی کے اسباب پر ہمیں مطلع نہ کرتے اور اپنی امت کو پیشگی ان خطرات سے آگاہ نہ کرتے۔ ایک طرف آپ کا حقیقی چچا ابو لہب تھا جو اسلام کا مخالف ہونے کی وجہ سے خدا کے نزدیک مبغوض ٹھہرا اور دوسری طرف عرب معاشرے کا پسا ہوا طبقہ بلالؓ، عمارؓ و صہیبؓ کی شکل میں آپؐ کے مقربین میں شامل ہوا۔

اگر معاملہ محض سید کے لقب کا ہو تو اس میں کس کو اعتراض ہو سکتا ہے مگر اس بنیاد پر مساوات کے عظیم اصول کی جڑ کاٹ کے رکھ دینا اور معاشرے میں مستقل ایک ایسا طبقہ بنا دینا جو اپنے اس فرق کی بناء پر دوسرے حضرات کو کم تر خیال کرنے لگے اور باقاعدہ شریعت کے حاملین کو اس طبقہ سے ہی مخصوص جاننے لگے، تو یہ کسی طور بھی صحیح عمل نہیں بلکہ یہ تو اسلام کی اس تعلیم کو جو دنیا کے ہر مذہب اور ازم کے سامنے دھڑے کے ساتھ بیان کی جا سکتی ہے، کو محدود کر کے رکھ دیتی ہے۔ خود ہی سوچئے کہ جو قوم اپنے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' تمہارے متقی اور دیندار ہی خدا کے نزدیک عزت کے حامل ہیں۔ جیسے سنہری اصول سے منحرف ہو چکی ہو وہ کس بنیاد پر ہندوؤں کی ذات پات کی تقسیم پر اعتراض کر سکتی ہے۔ برہمن اور شودر کی تفریقات پر کس طرح اب شکایت کھول سکتی ہے۔ ہٹلر نازی ازم کا نعرہ لگائے تو ناجائز ٹھہرانے کی کون سی توجیہ ہمارے پاس ہوگی۔ ہندوستان میں انگریز حکومت قانون سازی میں انگریز قوم اور رعایا کے درمیان فرق ملحوظ رکھنے میں کیسے مطعون ہو سکتی ہے۔ دور نہ جائیے آپ کے اپنے ملک میں اگر کوئی پختون ازم کا آوازہ بلند کرے اور کوئی سندھی ازم کا، مہاجروں کی بنیاد پر نسلی فسادات ہوں یا بگٹی قبائل کی خون ریزیاں، کون سا ایسا بند ہے جو ان کے آگے باندھا جا سکے۔ کون سی ایسی اخلاقی تعلیم ہے۔ جو ان مذموم مقاصد سے بچنے کے لئے اختیار کی جا سکے۔

یہ اسلام کی وہ لازوال تعلیم ہی ہے جو عالمگیر مذہب ہونے کی بناء پر کسی خاص علاقہ یا خاص نسل میں محدود نہیں بلکہ اسکی تعلیمات آفاقی (Unversal) نوعیت کی ہیں اس کی تاریخ میں فیصلے ہمیشہ خصوصیات دین و عمل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ نوحؑ خود نبی مگر ان کا سگا بیٹا خدا کے عذاب کا مستحق، ابراہیمؑ مقرب الی اللہ لیکن باپ مبغوض الی اللہ، لوطؑ برگزیدہ ہستی مگر بیوی قہر الٰہی کی حقدار، آسیہ نیک بندی اور شوہر (فرعون) غریق بحر اور سب سے بڑھ کر محمدؐ رسول اللہ سردار انبیاء اور چچا قرآن میں آئی ہوئی وعید کا موجب۔

انہی تعلیمات کی بناء پر ہم بانگ دہل دنیا کے ہر گوشہ میں مساوات کا علم بلند کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ہے کوئی مذہب جو اتنی برابری رکھتا ہو۔ ہے کوئی دین جو اس طرح انسانی امتیازات کو غلط ثابت کرتا ہو۔ سوشلزم کی غیر فطری مساوات ہمارے سامنے کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ طاغوتی حکمرانوں کے دل موہ لینے والے برابری کے نعرے کہاں ہمیں دھوکہ دے سکتے ہیں۔ ہم تو اپنے بھائی بندوں کی وہ دلیل کہ ''پانی صاف ہو یا گندہ آگ بجھا دیا کرتا ہے، اسی طرح سید نیک ہو یا بد جہنم سرد کر دیا کرتا ہے۔'' کو یہ کہہ کر در خور اعتناء نہیں سمجھتے کہ ''ملاوٹ صاف پانی کی ہو یا گندے پانی کی دودھ کو ناخالص کر ہی دیا کرتی ہے۔''